انسانیت کیلئے مکمل موزونیت
کس دین میں ہے؟



تفصیلات طباعت

نام کتابچہ	انسانیت کیلئے مکمل موزونیت کس دین میں ہے؟
مؤلف	محمد ارشاد علی مولوی عالم (نظامیہ)
صفحات	٦٧
اشاعت	سپٹمبر ۲۰۲۱
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

https://islahitohfa.com

تنبیہ

ترتیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

انسانیت کیلئے مکمل موزونیت کس دین میں ہے؟

تمام انسانیت آج ایک ایسے دور سے زندگی گزار رہی ہے جہاں پر انسانی زندگی کا معاشرتی نظام (way of living or Culture Civilization) آئے دن بگڑتے چلا جا رہا ہے۔ سیاسی، معاشی اور معاشرتی اُمور میں سارے عالم کے بڑے سے بڑے ممالک اس بیماری کا شکار ہیں۔

انسانی آزادی : آزادی کے نام پر جو قوانین بنائے گئے تھے۔ آج وہی قوانین اور دستور عوامی مسائل کا سبب بن کر اُبھرتے چلے جا رہے ہیں۔ معاشرہ کی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسکے اہل نہیں ہیں۔ معیشت کا توازن اسطرح بگڑ چکا ہے کہ دنیا کے دانشور معاشی ماہرین ایک کامل حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ معاشرتی نظام اس طرح درہم برہم ہو چکا ہے کہ معاشرے کی ریڈ کی ہڈی یعنی خاندانی زندگی ہی آج تباہی کا شکار ہے۔ انفرادی زندگی کے مسائل اور اخلاقی گراوٹ ایک عام بات ہو گئی ہے۔ اور سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ معاشرے میں رب کی معرفت کی اہمیت ہی باقی نہیں رہی۔ مانو کہ انسان عملی طور پر یہ کہہ رہا ہے کہ ہم کو خدا کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

افراتفری کا حل کیا ہے۔ ان حالات میں بے حد ضروری ہے کہ ہم ایک روشن فکر کے ساتھ ان ادیان کی آئیڈیالوجی (یعنی ان کے نظریات) کا جائزہ لیا جائے جن پر معاشرہ منظّم کیا جا رہا ہے۔ پھر گہری فکر اور تدبر کے بعد فیصلہ کیا جائے کہ انسانیت

کو آج کس دین کی ضرورت ہے ؟اور پھر پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ دین بر حق کی کھلی دعوت ساری انسانیت کو پیش کیا جائے۔انسان کیلئے معاشرتی زندگی اسکی بنیادی ضروریات میں سے ہے کیونکہ انسان ایک سماجی مخلوق ہے۔ وہ ایک سوسائیٹی اور سماج میں رہنا پسند کرتا ہے اس طرح رہ کر خود کو محفوظ محسوس کرتا ہے۔ معاشرتی زندگی انسان کی فطری جبلتوں (یعنی فطری عادات) کو پورا کرنے کیلئے ضروری ہے۔ مثلاً روٹی، کپڑا، مکان کی ضرورت جس کے لئے تعلیم اور روزگار ضروری ہے۔ جنسی جِبلّت کو پورا کرنے شادی اور خاندانی زندگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جِبلّت ترین یعنی عبادت گزار بنے کیلیے عبادتی نظام کی ضرورت ہے۔اگر یہ ساری ضروریات بغیر کسی منظّم ضابطہ اور اصول کے پوری کرنا چاہے تو معاشرے میں انتشار اور افراتفری پھیل جائیگی۔اس لئے انسان کو سماج میں ڈھالنے اور اس سماج کو منظّم بنانیکے لئے سماج کے لوگوں کو کسی ضابطہ حیات (قانون زندگی) یا عقیدے پر چلنا ہوگا۔

انسانوں کے درمیان رابطے: معاشرتی زندگی میں انسانوں کے درمیان رابطے کی اہمیت ہے۔رابطوں کی کئی قسمیں ہیں۔وطن رابطہ ہے۔ قومیت رابطہ ہے۔مذہب رابطہ ہے۔

وطنیت کا رابطہ ایک جذباتی رابطہ ہے جو ایک علاقے تک ہی محدود رہتا ہے۔ایسی صورت میں وطن کو انسانوں کے درمیان رابطہ نہیں بنایا جا سکتا۔ قومیت کا رابط بھی ایک جذباتی نوعیت ہی کا ہے۔ یہ قومیت کا جذبہ، انسان کے اندر اسکے فطری تقاضے سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ہر انسان اپنی جان کے تحفظ کو چاہتا ہے اور اسی

جذبے کا نتیجہ ہے کہ انسان کے اندر دوسرے انسانوں پر غلبہ (یعنی حاکمیت) کے جذبے کو پیدا کرتا ہے۔ جو ایک غیر انسانی عمل ہے جو تنازعات اور کئی قسم کے جھگڑوں کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس وجہ سے قومیت بھی انسانوں کے درمیان رابطہ نہیں بن سکتا۔ اب رہ گیا مذہب۔

مذہب کیا ہے۔ : انسان آپس میں جڑنے کیلئے مذہب کو بھی بنیاد بنا سکتے ہیں۔ لیکن کسی مذہب کی بنیاد پر تمام معاشرتی زندگی کو منظّم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ مذہب تو صرف چند روحانی عقائد، رسم و رواج اور چند انفرادی اصول زندگی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جبکہ انسانی زندگی کو منظّم کرنیکے لئے ایک کامل ضابطہ حیات (اصول زندگی) کی ضرورت ہے۔ جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی کر سکے ایسے حالات کے پیش نظر انسانوں کے درمیان باہمی ربط کیلئے ایک ایسا عقیدہ ہو، جسکو بنیاد بنا کر ایک ایسا کامل نظام کھڑا کیا جا سکے جو انسانی زندگی کو منظّم کرنیکے لئے انسانی زندگی کے تمام مسائل کو حل کرنیکے لیے عملی طور پر رہنمائی کر سکتا ہو۔ اس قسم کا معاشرتی ربط کسی نظریہ یا عقیدت یا دین کے تحت ہی ممکن ہے۔ جو مستند ہو۔

دین کا دفع کرنے والا کیسا ہونا چاہیے۔ کوئی بھی دین یا عقیدہ یا تو خالق کائنات کی جانب سے وحی کی بنیاد پر وضع ہوگا یا پھر کسی شخص کی عقلی کی عقلمندی، علمیت کی بنیاوپر وضع ہوگا۔ انسانی عقل، اور علم دونوں بھی محدود ہیں اور ناقص ہیں ایسی صورت میں اسکی طرف سے وضع کردہ دین یا عقیدہ بھی نتیجتًا ناقص ہی ہوگا۔ ایسی صورت میں صرف وہی دین صحیح اور مستند ہوگا جو خالق کائنات کی طرف سے وحی کی صورت میں انسانوں کی رہبری کیلئے دیا گیا ہو۔ یہی دین انسان کیلئے زندگی

گزارنے کا قانون ہو گا۔ بقیہ ادیان جو عقل اور علم کی بنیاد پر وضع کئے گے ہوں ان کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔

ادیان کا سرسری جائزہ۔ دور حاضر کے موجودہ ادیان کا سرسری جائزہ غیر ضروری نہ ہو گا۔ جو تین ادیان ہیں۔

(۱) سرمایہ داری (Capitalism)

(۲) سوشلزم (socialism)

(۳) اسلام (Islam)

سرمایہ داریت :- یہ آج کل سارے عالم میں غالب ہے اور سیاسی نظام جمہوریت کی شکل میں نافذ ہے۔ دوسرا ہے کمیونزم جس کو سوشلزم بھی کہا جاتا ہے جس کو نافذ کرنے کے ایک صدی کے عرصے کے اندر ہی خاتمہ ہو گیا۔ اور تیسرا ہے دین اسلام جو (۱۴۰۰) سال قبل سے ہے۔ (یعنی اگسٹ ۶۱۰ ءِ)

کیپیٹلیزم (Capitalism) کے نظریات (Ideology) کے تحت دین کسی انسان کا ذاتی معاملہ ہے اور اس کو معاشرے کے معاملے میں دخل نہیں دینا چاہیے اور معاشرے کے اصول اور ضوابط انسان خود ہی وضع کر دیگا۔ گویا مذہب اور معاشرہ دونوں کو الگ کر دیا گیا۔ گویا دین کو، دنیوی اُمور سے الگ کر دیا گیا اس کا طبعی نتیجہ یہہ نکلا کہ دین کو ریاست سے بھی الگ کر دینا پڑا۔ اس طرح آخر کار مذہب کو زندگی سے جدا کر دیا گیا۔ پس اس عقیدہ کو مغرب نے گلے سے لگالیا اور یہی دین کا

دنیا سے الگ ہونے کا عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ وہ فکری بنیاد بن گیا ہے جس پر مغرب کے تمام افکار اور انکی طرز زندگی قائم ہے۔اس عقیدے کو سیکولزم کا نام دیا گیا۔

کمیونیزم کے فلسفیوں نے کہا کہ مذہب ہی کی وجہ سے معاشرہ میں انتشار ہے اور مذہب ہی انسانوں میں مساوات اور انسانی ترقی میں رکاوٹ کا سبب ہے چنانچہ ان فلسفیوں نے (جیسے کارل ماکس Karl Marx) مذہب اور خدا کے تصور کو بھی معاشرے سے خارج کر دیا۔ اور انہوں نے کہا کہ خدا کا وجود نہیں ہے اور مادّہ (Matter) ہی واجب الوجود ہے اور اسی سے تمام کائنات کا وجود عمل میں آیا۔ اور مادہ کسی کی مخلوق نہیں ہے۔

شروعات میں اس نظریے کو لوگ پسند کرنے لگے اور کچھ ممالک نے اسکو اپنایا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اس نظریہ میں انسانوں میں مساوات کو رکھا گیا تھا۔ دوسرا یہہ کہ مادہ پرستی کے تحت اپنی زندگی کو خوش حال بنانے کی گنجائش بھی تھی لیکن اس نظریہ کمیونیزم میں خامی یہ تھی کہ یہ لوگوں کو خدا سے دور رکھتا تھا۔ حالانکہ خدا سے انسانی رابطہ ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اور انسان اس ضرورت کو کسی نہ کسی شکل میں پورا کرتا رہا ہے۔

سرمایہ داری کا نظریہ یہہ کہ انسان کی خوشی اس میں ہے کہ وہ جسمانی لذتوں کو زیادہ سے زیادہ پورا کریں اور انسان شخصی آزادی پر زندگی گزارے۔ یہی وہ خامیاں ہیں جو انسانی معاشرے میں موجود مسائل کا حل نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً غریبی، بے

روزگاری، امیر اور غریب میں تقسیم، ازدواجی زندگی کے مسائل، طلاق کی شرح میں اضافہ اور خاندانی نظام بکھراؤ وغیرہ--

خدائی طاقت کی پرستش ایک انسانی فطری عمل ہے۔ کسی بھی نظریے کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ انسانوں کو باہم جوڑے اور اُن کو زندگی گزارنے اصول و ضوابط دے جو فطری ہوں اور جن پر تمام انسان متفق ہوں۔ اور یہ فطری اور عقلی طور پہ ثابت کرے کہ انسان، حیات اور کائنات کو پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے۔ اور مرنے کے بعد انسان اشرف المخلوق کا کیا ہوگا۔ ایسا نظریہ، ایسا عقیدہ، ایسی Ideology انسانوں کیلئے فطری ہوگی اور جس کو اپنانے سے انسان سکون محسوس کریگا اور یہ نظریہ مکمل ضابطہ حیات (قانون زندگی) کو پیش کرے نہ کہ صرف ایک فکر (Idea) پر مبنی ہو جیسا کہ ہندوازم اور عیسائیت میں ہم دیکھتے ہیں جو کہ ایک فکر دیتے ہیں جبکہ اس فکر پر عمل آوری کیلئے جو طریقے درکار ہیں وہ نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے یہ رسم ورواج کی حد تک محدود مذاہب بن گئے ہیں۔ زندگی گزارنے اور معاشرے کے مسائل کو حل کرنیکے لئے یہہ مذاہب ناقص ہیں۔

مذہب اسلام :- اسلام کا جہاں تک تعلق ہے وہ بتاتا ہے کہ اس کائنات، حیات اور اشرف المخلوق میں انسان کے پیچھے ایک خالق ہے اور اسی نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی لئے اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھنا ہے یہی عقیدہ اشیاء کے روحانی پہلو کا تعین کرتا ہے۔ انسان کا خالق کے ساتھ

تعلق انسان کا روحانی پہلو ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ روح سے مراد انسان کا اپنے پائے جانے والے اس تعلق کا ادراک کرنا ہے۔

اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ کی نبوت پر، رسالت پر اور قرآن کا کلام اللہ ہونے پر ایمان بھی واجب ہے۔ پس ہر اس چیز پر ایمان لانا واجب ہے جسکو قرآن نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ اسلام کا عقیدہ اسبات کا تقاضہ کرتا ہے کہ زندگی سے قبل ایسی ذات کا پایا جانا ضروری ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے وہ اللہ کی ذات ہے۔ وہی خالق ہے، اسی طرح موت کے بعد قیامت کے وقوع اور دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے یہ اس بات کا بھی تقاضہ کرتا ہے کہ انسان اس دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے قوانین میں قید ہے۔ اسی طرح انسان کا محاسبہ ان کی قوانین کو پورا کرنے یا کرنے کے حوالے سے کیا جائے گا۔ اس طرح انسانی زندگی ایک امتحان کا میدان ہے۔

میری آوارہ مزاجی کو نیا موڑ دیا
پابہ زنجیر کیا اور مجھے چھوڑ دیا

انسان کا خالق ہی انسان کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ انسان کی ضروریات، انسان کی فطرت یہہ تبدیل ہونے والی چیز نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ سے ایک ہی طرح کی رہی ہے۔ صرف انسان کے رہنے کے انداز اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے طریقے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ انسان کی ضرورت اور اس کی فطرت اور اسکی قابلیت کو اسکے خالق کے سوا کون بہتر جان سکتا ہے۔ اس لئے اللہ نے اسلام کو

انسانی فطرت پر بنایا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کو رسم و رواج کی حد تک محدود مذہب نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ ایک ideology اور ضابط حیات اور قوانین زندگی کا نام ہے۔ جس کا نام قرآن اور حدیث ہے۔ قرآن ، کلام اللہ ہے اور حدیث ارشادات نبوی کا نام ہے۔ ان دونوں کی ضرورت انسانیت کو ہے۔ اور انسانیت کی تکمیل ان سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام سے جو نظام برآمد ہوتا ہے وہ انسانی عقل اور اس کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور یہہ تا قیامت انسانوں کی رہنمائی کرتا رہیگا۔ اور زمانے کے مسائل کو حل کرنیکی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسطرح ثابت ہوا کہ اسلام ہی ایک واحد ضابطہ حیات اور قانون زندگی ہے جو خالق کائنات کی طرف سے ہے۔ اور یہی انسان کی فلاح کا ضامن ہے اور بعد زندگی آخرت کی کامیابی کا یہی واحد ذریعہ ہے۔

مسلمانوں نے اسلام کو اپنا ضابطہ حیات بنا کر اور اپنی زندگی کو اس طرز زندگی پر ڈھال کر تیرہ سو سال (۱۳۰۰) خلافت کی شکل میں انسانوں کے سامنے پیش کیا جسکو دیکھ کر لوگ جوق در جوق اسلام کے دائرے میں آنے لگے۔ اسطرح سے وہ کئی براعظموں میں پھیلنے میں کامیاب رہا۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کا مسلمان خود اسلام کو پوری طرح سے اپنانے میں قاصر ہے۔ اس لئے وہ اپنی شناخت تو مسلمان بناتا ہے مگر بات جب اسلام کے نظریات کی آتی ہے تو وہ صرف مذہبی رسومات اور عبادات ہی کو اپناتا نظر آتا ہے۔ اور اپنی سماجی ، معاشی، اقتصادی اور سیاسی معاملات کو سرمایہ داریت یا اشتراکیت جیسے نظریات سے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر بھی وہ ناکام ہی نظر آتا ہے۔

اس ساری بحث کا نچوڑ یہہ ہے کہ انسانیت کیلے صرف اور صرف وہ دین قابل اتباع ہے جو انسانیت کے خالق کا نازل کردہ دین ہے یعنی اسلام۔ اس دین کے ذریعے معاشرے کو منظّم کیا جا سکتا ہے اور حقوق انسانی کا کامل تحفظ کیا جا سکتا ہے اور اسی کے ذریعے انسانیت کی ہدایت کا راستہ ہموار کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں اسلام کو صرف مذہب کی حد تک نہیں بلکہ ایک ضابطہ حیات ، طرز زندگی اور مکمل قانون زندگی کے طور پر اپنانا ہوگا۔ اس طرح ہم اللہ کی کامل عبادت میں اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔ اور اسلام کو پوری نوع انسانی کے سامنے ایک مکمل دین کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ اشاعت دین کا فریضہ ،فرض کفایہ کے درجہ میں ہے۔ اسلام میں کشش فطری طور پر ہے۔ اور لوگ اسکی طرف کھنچے چلے آئینگے۔ تب ہی وہ انسانیت کیلئے رحمت سے طور پر سامنے آئیگا۔

قرآن کریم انسانی زندگی کا قانون ہے۔ خالق انسان ہی فطرت انسانی کا خالق ہے اور وہ رحمان اور رحیم ہے۔ اُسی کیلئے ضروری ہے کہ وہ انسانوں کیلئے زندگی کا قانون بنائے یہہ قانون انسان اور جنوں کیلئے ہے اور قیامت تک کیلئے ہے۔ بقیہ مخلوقات یعنی کائنات اور دنیا دونوں کیلئے اُن کی شریعت کو انکی فطرت میں ڈال دیا گیا۔ درند، چرند، پرند، حشرات الارض ، اور مظاہر کائنات اسی وجہ سے وہ سب کے سب اپنی شریعت پر فطرتاً (مجبوراً) پابند ہیں۔ ان کے بر خلاف انسان کو عقل ، ارادہ اور اختیار کی آزادی دے کر اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی آزادی کو تابع شریعت کریں اس اعتبار سے انسانی زندگی ایک امتحان کا میدان ہو گیا۔ قرآن کریم میں غور و فکر کی دعوت مختلف پہلوؤں سے (۱۹) سے زائد مقامات پر مختلف زاویوں سے دی گئی

ہے۔ قرآن ، کتاب تلاوت کم ہے اور کتاب اطاعت زیادہ ہے۔ کیونکہ دین داری ایک شعوری عمل ہے نہ کہ رسمی یا تقلیدی عمل۔ اللہ کو مظاہر دین مطلوب نہیں ہیں بلکہ حقائق دین مطلوب ہیں۔ لوگ مظاہر دین کو ہی اس قدر اہمیت دیتے ہیں گویا وہی حقائق دین ہیں۔

مناظر فطرت اور سائنسی علوم (علم طبیعات ، علم نباتات، علم حیوانات اور علم کیمیاء) معرفت الٰہی میں بڑی حد تک مدد گار ہیں۔ ساری شریعت (یعنی ٦٦٦٦ آیات قرآنی اور تقریباً ٢٥ ہزار احادیث شریفہ کا مشن (یعنی مقصد خاص) خدا کی مرضیات کو اپنا مقصد بنانا ہے۔

موجودہ دور میں اولاد آدم جس کس کَس مپُرسی (پُرسانِ حال نہ ہو) سے دوچار ہے اس کا بیان مشکل ہے۔ مگر مذہب اسلام میں اس کا مکمل علاج اور اصلاح کے طریقہ موجود ہیں۔ بس ضرورت اسبات کی ہے کہ ہم اسکو سمجھے اور اس پر عمل کریں کیونکہ جزیرہ عرب میں اسلام کے آنے سے قبل کفر اور شرک کے سیلاب کے ساتھ ساتھ دیگر برائیاں عروج پر تھیں۔ زنا، چوری، قتل و غارت گری، لوٹ مار، حرام خوری، ظلم و زیادتی ، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا وغیرہ، سارے جرائم موجود تھے ۔ امن و امان، چین و سکون کا نام و نشان ختم ہو گیا تھا۔ انسانیت سسک رہی تھی۔ رحم و کرم، ہمدردی و محبت کا کوئی تصوّر نہیں تھا۔ ایسے حالات میں رسول کی بعثت عمل میں آئی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے لوگوں کو وحدانیت کی دعوت دی، اُن کے اخلاق کو سنوارا اور ان کے قلوب کا ایسا تزکیہ فرمایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے حالات بدل گئے۔

صرف چند سالوں میں انکی زندگی کروٹ لی اور بے حیائی کا خاتمہ ہو گیا۔ وہی لوگ جو حقوق کے لُٹیرے تھے حقوق کے محافظ بن گئے۔ خائن، امانت دار بن گئے، ظالم رحم دل اور ایثار کرنے والے بن گئے۔ غرض ان میں اچھے صفات اور پاکیزہ سوچ پیدا ہو گئی۔

یکایک ان میں جو تبدیلی ہوئی اگر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اسکی بنیادی وجہ تزکیہ نفس ہے۔ رسول صلعم نے ان کے دلوں کو بدلنے کی طرف توجہ فرمائی۔ ان کے دلوں میں اللہ کا خوف اور قیامت میں جواب دہی کا احساس اور مواخذہ (یعنی جزا و سزا) کا تصوّر پیدا فرمایا۔

خلاصہ: ایک انسان کو جب مواخذہ اور گرفت کا خوف پیدا ہوتا ہے تو سارے جرائم سے اس کی زندگی پاک و صاف ہو جاتی ہے وہ گناہ سے خود کو بچاتا ہے اور خدا کی مرضیات کو اپنا مقصد بنالیتا ہے جو ساری شریعت کا خلاصہ اور بعثت رسول صلعم کا مقصد ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

بعثت نبوی کا مقصد اور فرائض نبوت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی صلعم کے فرائض منصبی کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾[الجمعة: ٢] (وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے (محمد ﷺ) کو پیغمبر (بنا کر) بھیجا۔ جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے) واضح طور پر سورہ جمعہ کی اس آیت میں تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) تلاوت کتاب (۲) تزکیہ نفس (۳) تعلیم وتدریس۔

غور طلب بات یہ ہے کہ تلاوت کتاب کے بعد تزکیہ نفس کو بیان کیا گیا ہے اور تعلیم کو اسکے بعد لایا گیا ہے۔ اسلئے کہ تلاوت قرآن اور نزول شریعت کا مقصد ہی دلوں کو سنوارنا یعنی نفس میں روحانی امراض ہیں انکو نکالنا ہے اور شائستگی پیدا کرنا ہے۔ اگر قلوب کا تزکیہ ہو گا پھر قلوب میں خوف خدا پیدا ہو گا اس کے بعد شریعت پر عمل صحیح طریقہ سے ہو سکیگا۔ اس لئے تعلیم وتربیت اور دانائی کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے۔ تزکیہ قلب کے بغیر شریعت لاحاصل ہے۔

نوٹ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے دلوں سے زمانہ جاہلیت کے رسوم و رواج اور بُرے خیالات کو پہلے نکالا گیا۔ اور ان میں ایک خدا کی محبت پیدا کی گئی۔ ان کے ایمان کو مضبوط کیا گیا اور عملی انکو تیار کیا گیا۔ اسکے بعد جو احکام اُن کو دیے گے اُن میں وہ پورے اترے۔

حدیث : بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو جاتا ہے تو پورا بدن اور اس کا نظام صحیح رہتا ہے۔ اور جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو بدن کے دوسرے نظام بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ اس گوشت کے ٹکڑے کا نام قلب ہے۔

خلاصہ :۔ قلب کے صحیح رہنے سے مراد اُسکی ایمانی کیفیت ہے یعنی جب اس میں ایمان قوی ہو جاتا ہے اور اسکے نتیجے کے طور پر خوف خدا غالب رہتا ہے تو دیگر اعضاء خدا کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں اور شب و روز شریعت کے سانچے میں، ڈھل جاتے ہیں۔ برائی اور منکرات سے دور رہتے ہیں۔ اسلئے دل کو سب سے پہلے پاک صاف کرنیکی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس میں ایمانی قوت، خوف خدا اور جواب دہی کے احساس کو جگانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسکو دوسرے الفاظ میں تزکیہ نفس کہا جاسکتا ہے۔

اسلام میں ایمان کے بعد عمل کی اہمیت ہے

کلمہ طیبہ کے اقرار کے بعد شریعت اسلامیہ نے عمل کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ اقرار شہادت کا مطلب ہے کہ آدمی احکام الٰہی پر عمل پیرا ہوں۔ کیونکہ ایمان زبانی اقرار ہے۔ مگر نماز، روزہ، زکاۃ، حج، تلاوت، تسبیح و تہلیل یعنی (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه) وضو، غسل، طہارت اور اسطرح کی دیگر عبادات کا تعلق عمل سے ہے۔ قران پاک میں جہاں کہیں ایمان کا ذکر کیا ہے۔ وہیں فوری طور پر اعمال صالحہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ عمل کے بغیر صرف ایمان کا زبانی دعویٰ عذاب سے نجات نہیں دلا سکتا۔

تزکیہ نفس کی اہمیت

آج کل دینی مدارس میں تعلیم کا معیار تو ٹھیک ہے۔ لیکن تزکیہ نفس کی طرف سے بہت غفلت کی جارہی ہے۔ جسکی وجہ سے دینی مدارس سے نکلنے والے ہزاروں طلبہ ملت اسلامیہ کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ یہ ایک زبردست کمی ان کی زندگی میں ہمیشہ کیلئے رہ جاتی ہے۔ حالانکہ ۸ سال تک وہ دینی مدارس میں زندگی گزارتے ہیں جہاں دینی ماحول ہوتا ہے پھر بھی ان کا مزاج دینی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ مذہبی اداروں سے باہر نکل جانے کے بعد ان کے پاس علم تو رہتا ہے مگر وہ دینی اعمال سے بہت دور ہوتے ہیں تزکیہ کی کمی اسکے علامہ تربیت کی طرف مدارس میں علم دلچسپی بہت بڑی غلطی ہے۔

دور حاضر میں حالات اور ماحول میں اخلاقی پستی کو دیکھتے ہوئے آج ضروری ہو گیا ہے کہ ہم بچوں کو ان بزرگان دین کی زندگیوں کو پڑھائیں جن کے پڑھنے سے تزکیہ نفس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

فکر آخرت اور جزو سزا کے دن کا یقین آدمی کے دل میں اس قدر ہو جائے کہ وہ حساب و کتاب اور سزا و جزا کے معاملہ کو اپنی ساری زندگی رو یہ نظر دیکھ کر گزاریں ورنہ بے مقصد والی زندگی گزارنا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ایک موقع پر حضرت معاذ بن جبل سے رسول اکرم نے عرض کیا کہ ﴿يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا﴾[النبأ: ١٨] (بے شک فیصلہ کا دہ مقرر ہے) (جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ فوج در فوج آ موجود ہونگے۔ اس سوال کے کرنے پر حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے کپڑے تر ہوگئے۔ پھر فرمایا اے معاذ تم نے ایسا سوال کیا جو بہت اہم ہے۔ اور تو نے بہت بڑی چیز کا سوال کیا پھر آپ نے فرمایا کہ میری اُمّت میدان حشر میں بارہ جماعتوں میں منقسم ہو گی۔

۱. ایک جماعت قبروں سے اُٹھیگی کی کہ اسکے ہاتھ پاؤں نہ ہونگے یہ وہ لوگ ہونگے جو اپنے پڑوسیوں کو ستاتے تھے۔

۲. دوسری جماعت قبروں سے اُٹھیگی کہ ان کی شکلیں خنزیر جیسی ہو گی یہ وہ جماعت ہے جو نماز میں سستی اور غفلت کرتی تھی۔

۳. تیسری جماعت قبروں سے اس طرح اُٹھیگی کہ ان کے پیٹ پہاڑوں جیسے ہونگے ان میں سانپ اور بچھو بھرے ہوے ہونگے۔ یہ وہ لوگ جو مال کی زکوۃ نہیں دیا کرتے تھے۔

۴. جماعت قبروں سے اُٹھیگی ان کے منھ سے خون جاری ہو گا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے عہد و پیمان کے بدلے مال لیا کرتے تھے۔

۵. پانچویں جماعت جو قبروں سے اُٹھیگی اُن کے جسم پھولے ہوئے ہونگے اور ان سے مُردار کی بو سے بھی زیادہ سخت بدبو آئیگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے ڈر سے چھپ کر گناہ کرتے تھے۔ جو اللہ سے نہیں ڈرتے تھے۔

۶. ایک جماعت ایسی لوگوں کی ہونگی جن کے گلے کٹے ہوے ہونگے یہ لوگ زندگی میں جھوٹی گواہی دیا کرتے تھے۔

۷. یہ جماعت قبروں سے اُٹھیگی کہ ان کے منہ میں زبانیں نہیں ہونگی بلکہ خون اور پیپ جاری ہو گا یہ وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر گواہی نہ دیا کرتے تھے۔

۸. یہ وہ جماعت ہونگی جو قبروں سے اُٹھیگی جو کیسری (پیلی) آنکھوں والی ہو گی ان کے پیٹوں میں آگ بھری ہوئی ہو گی۔ یہ لوگ یتیموں کا مال کھا جایا کرتے تھے۔

۹. یہ جماعت برص اور جزام (برص (پھلبہری) اور جذام (کوڑھ)) کی بیماری والی ہو گی یہ لوگ والدین کی نافرمانی کرتے اور اللہ کو ناراض کرتے تھے۔

۱۰. یہ جماعت قبروں سے اندھی اٹھائی جائیگی ان کے دانت بیل کی سینگ کی ترح ہونگے اور ان کے ہونٹ ان کے سینوں پر لٹکے ہوئے ہونگے۔ ان کے پیٹ سے پاخانہ نکلتا ہو گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے تھے۔

۱۱. اسکی تفصیل رہ گئی

۱۲. ایسی جماعت قبروں سے اُٹھیگی کہ ان کے چہرے چودھویں کی چاند کی طرح چمکتے ہونگے وہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح پار ہو جائینگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں کا اہتمام کرتے تھے، عمل صالح کرتے تھے اور گناہوں سے بچتے۔ اور ان کا خاتمہ توبہ پر ہو گا۔ ان کا بدلہ جنت اور اللہ کی رحمت اور مغفرت اور اسکی رضامندی ہے۔ (درۃالناصحین ۵۰/۲)

دنیوی زندگی سے آخرت تک

آخرت دراصل ایک طویل امتحانی سفر یعنی دنیوی زندگی سے گزر کر پہنچ جانے کا نام آخرت ہے۔ انسان ایک ایسی دنیا میں زندگی گزارتا ہے جہاں طرح طرح کے باطل نظریات، فاسد رجحانات پھیلے ہوئے ہیں ایسی دنیا جو ناجائز طریقوں، روایات، توہمات اور غیر خدا پرستانہ ماحول کا سیلاب ہے۔ جہاں شیطانی قوتوں اور طاغوتی طاقتوں کا ہجوم ہے۔ جو انسان کو راہ حق سے پھیر دیتے ہیں۔ تو دوسری طرف خود انسان میں (فطرتاً) پیدائشی کمزوریاں ہیں اسطرح ایک کمزور انسان، ایمان کے دائرے میں رہتے ہوئے ان غیر مؤمنانہ طاقتوں سے مقابلہ کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھنا (جو کہ ایک امتحانی سفر ہے) ایک مشکل کام ہے۔

کیوں؟

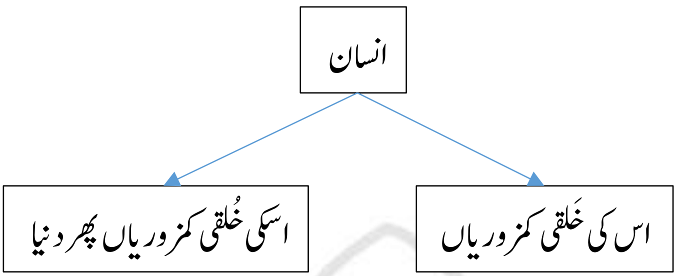
اسلئے کہ ایک طرف پر کشش، دیدہ فریب، دلفریب دنیا ہے تو دوسری طرف انسانی فطری کمزوریاں، تو تیسری طرف خواہشات نفس، تو چوتھی طرف شیطانی وساوس۔

غرض دنیا ایک دشواریوں سے بھری وادی ہے۔ جسکو پار کر کے رب العزت تک پہنچنا ہے۔ یہ سب ایک خدائی منصوبے اور خدائی مصلحت کے تحت ایک کلمہ گو کیلئے امتحانی بندوبست ہے۔ اسلئے اقبال نے فرمایا کہ جب میں ہے کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں لرز جاتا ہوں کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کلمہ لاالہٰ کے کیا تقاضے ہیں۔ (فارسی میں وہ شعر یوں ہے)۔

چوں میگوئم مسلمانم بلرزم

کہ دانم مشکلات لاالٰہ را

انسان اور دنیااوران دونوں کے مقابل شریعت اسلامی کے احکام



انسان کی خَلقی کمزوریاں : جسمانی اعتبار سے کمزور، محتاج، بے بس، مجبور ہے۔ وجود میں، بقاء میں اور عقل میں۔ عمل ہیں نقص، علم میں نقص، دکھ درد تادم آخر۔ بیماریوں اور مصائب میں گھرا ہوا۔ غفلت، سست، کم کوشش، بھول، کم شعوری، بے شعوری۔ بقا نسل میں محتاج۔ شاکلہ انسانی میں بگاڑ۔ فطرت میں مجرمانہ جذبات (یہ ہیں انسان کی خَلقی کمزوریاں)

انسان کی خُلقی کمزوریاں : نفس انسانی، خباشتوں سے بھرا ہوا، قلبی میلان، ایک طرفہ بے صبری، ناشکری، کم ہمت، جہالت، حق بات کا اعتراف نہ کرنا عاجل، جھگڑالو، تنگ نظر، تنگ دل، کم حوصلہ، بخل، غصہ، حرص وہ خود غرض، احسان فراموش، حاسد، غاضب، ظالم، کم ظرف وغیرہ۔

دنیا کی رنگینی : پرکشش، دیدہ زیب، دلفریب، دنیا میں باطل نظریات کی بھر مار، فاسد رجحانات کا ہجوم، مفسدوں کا سکن، ایک انسان دوسرے انسان سے ہر اعتبار سے مختلف، دنیا میں سرکش اور ناحق پرستوں کا ہونا، شیطان انسانی دشمنی پر کمر باندھا ہوا، اسکی طرف سے ترغیبات، اسکا فریب، عقل انسانی سے بہت اونچا، وہ انسانی نظروں سے پوشیدہ اس سے بچاؤ کیلئے توفیق الٰہی ضروری ہے۔

مذکورہ اُمور کے مدّمقابل شریعت الٰہی کے تقاضے

(۱) غیب پر ایمان لانا۔ (۲) عقل کو اور نفس کو شریعت کے تابع کرنا۔ (۳) اوامر و نواہی کا پابند ہونا ہے۔ (۴) نفس کا تزکیہ کرنا تاکہ روحانی امراض سے چھٹکارا ملے۔ (۵) حالات کو نظر انداز کر کے احکام الٰہی کو آگے رکھنا۔ (۶) اپنی آزادی اور اختیار کو شریعت کے تابع کرنا۔ (۷) قتل ناحق، چوری، زنا، دھوکہ، ظلم و زیادتی، جھوٹ، غیبت کو ترک کرنا، ایثار و قربانی صبر و رضا، قناعت، تحمل، درگذر کو اختیار کرنا، جذبہ انتقام، باہمی رقابت، کینہ، نفاق غصہ سے پرہیز کرنا۔

خُدا کا تخلیقی منصوبہ اور اسکی تشریح

تخلیق کائنات کے بارے میں خدا کا منصوبہ ایک کامل منصوبہ ہے۔ انسان کے سوا، بقیہ کائنات ٹھیک خدائی منصوبہ (God's planning) کے تحت چلر ہی ہے۔ اس لئے بقیہ کائنات درست ہے۔ اس میں کہیں بھی کوئی خرابی نہیں ہے۔ امن و چین ہے مگر انسان یعنی اشرف المخلوقات اپنے عمل کے دائرے میں آزاد ہے۔ اسی وجہ سے وہ حق کو چھوڑ کر اپنی خواہشات پر چلتا ہے۔ نتیجتاً انسانی دنیا میں

فساد برپا ہے۔ اور اس فساد کی کئی صورتیں ہیں۔ کہیں گناہ کی صورت میں، کہیں خرابی کی صورت میں، کہیں ظلم وزیادتی کی صورت میں، کہیں بگاڑ کی صورت میں دنیا میں نظر آتا ہے۔ انسانیت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

انسان کا یہ بگاڑ، دراصل انسان کی آزادی کی قیمت ہے۔ یہ دنیا میں مسائل کا حل اسلام میں وہی ہے جو بقیہ کائنات کے مسائل کا حل ہے۔ کہ انسان اپنی آزادی سے خواہشات نفس پر چلنے کے بجائے اپنی خواہشات کو، اپنے اختیار کو ،اپنے اور ارادے کو شریعت الٰہی کے تابع کر دے۔ شریعت، کلمہ گو کے حق میں ایک زنجیر ہے جو انسان کو شریعت کی پابند کر دیتی ہے۔ اگر ایسا ہو گا تو انسانی معاشرہ میں وہی امن و سکون آجائیگا جو بقیہ کائنات میں ہے۔ اسطرح بقیہ کائنات میں اور انسانی زندگی میں ہم آہنگی پیدا ہو جائیگی۔ خالق کائنات کا مقصد تخلیق بھی یہی ہے۔

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک طبعی پہلو اور دوسرا اخلاقی پہلو۔ طبعی پہلو یہ ہے کہ انسان، دنیا میں طبعی قوانین کی پابندی کر کے اپنی طبعی زندگی میں کامیاب رہتا ہے (جیسا پانی میں سفر کرنا ہو تو کشتی کو استعمال کرتا ہے)۔

اگر انسان طبعی زندگی میں طبعی قانون کو اختیار نہیں کرتا ہے تو فوراً اسکا انجام بھی اُسکے سامنے رہتا ہے۔ نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے۔ بقیہ ۵۰٪ انسانی زندگی کا اخلاقی پہلو ہے اگر انسان اس پہلو میں بھی ویسا ہی پابند ہو جائے جیسا کہ طبیعی زندگی میں طبعی قانون کا پابند رہ کر خود کو نقصان سے بچاتا ہے تو اخلاقی پہلو میں کبھی کامیاب رہیگا۔ لیکن انسان اپنی زندگی کے اخلاقی پہلو میں اخلاقی قانون کا پابند

اس لیے نہیں رہتا کہ اسکا انجام فوراً سامنے نہیں آتا جیسے کہ وہ جھوٹ بولا، غیبت کیا، دیگر ایسے ہی کام کیا۔ اس کا نتیجہ فوراً سامنے نہیں آتا یا یوں کہیے کہ اخلاقی قوانین کو توڑنے کی سزا یا نقصان اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اسلام ایک کلمہ گو سے یہ تقاضہ کرتا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی میں جس طراح طبعی قوانین کی پابندی کرتا ہے اسی طرح اخلاقی قوانین کا پابند ہو جائے گویا من چاہی زندگی گزارنے کو ترک کر کے رب چاہی زندگی کو اختیار کر۔

مادی دنیا میں قانون فطرت (Natural laws) سے انحراف کا نتیجہ چونکہ فوراً نقصان کی صورت میں سامنے آ جاتا ہے اسلئے آدمی مادی پہلو میں طبعی قانون شکنی سے بچتا ہے۔ اخلاقی قانون شکنی کے نتیجے کو اللہ ایمان و یقین کے خانہ میں ڈال دیا یعنی ایمان مفصّل میں سے ایک یہ ہے کہ قیامت ہو گی، حساب و کتاب ہو گا، جزا و سزا کا معاملہ یقینی ہے۔ اگر اس پر ایمان نہ ہو تو اخلاقی قوانین شکنی ضروری ہے۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند

بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا

فریب سود و زیاں لا الہ الا اللہ

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف وجملہ معاونین و اہل وعیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی